رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا ۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح ۔ اخبار احمدیہ صفحہ ۱-۲

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں جناب مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ایک خط صفحہ ۳-۴-۵

خطبہ جمعہ (قبولیت دُعا کے طریق) صفحہ ۶-۷-۸-۹-۱۰

اشتہارات ۔ صہ ۱۱

جلد ۴ | مورخہ ۸ ۔ اگست ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۷ ۔ شوال ۱۳۳۴ھ | نمبر ۱۰

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

۴ ۔ اگست کو موجودہ جنگ میں سلطنت برطانیہ کے شامل ہونے کی تیسری سالگرہ تھی چونکہ یہ حسن اتفاق جمعہ کا مبارک دن تھا ۔ اس لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح نے گورنمنٹ برطانیہ کی احسانمندی اور شکر گذاری پر خطبہ پڑھا ۔ اور دُعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ ہماری گورنمنٹ کو کامیاب کرے ۔ نیز اسی دن سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ پنجاب کو بذریعہ تار اطلاع دیگئی ۔ کہ جماعت احمدیہ گورنمنٹ کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو گورنمنٹ کی سچی وفادار اور جاں نثار ثابت کرنے کے لئے تیار رہے ❊

حضرت نواب محمد علیخان صاحب ۔ جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب مالیر کوٹلہ سے جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امرتسر سے ۔ جناب میاں چراغ الدین صاحب

اخبار احمدیہ

برکاتِ احمدیت

جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود پر سچے طور سے ایمان لانے میں وہ برکات رکھی ہیں ۔ کہ انسان میں یکدم ایک عظیم الشان اور حیرتناک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے ۔ جس سے ایک ہی آن میں مُردے زندے اور اندھے سوجاکھے اور گونگے گویا اور لنگڑے لولے چلنے لگ جاتے ہیں ۔ اس کی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مثالیں پائی جاتی ہیں ۔ جنمیں سے ایک تازہ ترین مثال جو اندنوں وقوع میں آئی ۔ عرض کرتا ہوں ۔ چودھری مولا داد ساکن موضع ڈاہرانوالی علاقہ حافظ آباد جو جرائم پیشہ ہونے میں آپ ہی اپنی نظیر تھا ۔ اور جسے علاوہ شراب خوری اور دوسرے ناکردنی افعال کے جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادتیں دینا شیر مادر کی طرح سمجھا ہوا تھا چند روز ہوئے ۔ اس نے خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود کی تصدیق کی ۔ اور آپ پر ایمان لایا ۔ اور میرے پاس آکر دربار خلافت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں بیعت کا خط لکھوایا ۔ بیعت کے بعد اس نے اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کی کہ شراب ۔ جھوٹ اور ایسا ہی دوسرے سب جرائم یکدم چھوڑ دئے ۔ چنانچہ جب کوئی غیر احمدی اس سے پوچھتا ۔ کہ مرزا صاحب کی سچائی کی کیا دلیل ہے تو اُسے اور کوئی علمی بات تو معلوم نہ تھی ۔ بس جواب میں یہی کہدیتا کہ مرزا صاحب کے ماننے سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے ۔ چنانچہ مجھ میں یہ یہ گناہ تھے حضرت مرزا صاحب

Digtized by Khilafat Library

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر شائع ہوا)

کے ملنے سے ۔ مینے وہ سب گناہ چھوڑ دیئے ۔ سامی اشتار میں ایک پیشی میں اس کی گواہی تھی ۔ اور جس مقدمہ میں گواہی تھی ۔ وہ یہ تھا ۔ کہ ایک شخص کو دوسرے ایک دو شخصوں نے مارا پیٹا تھا ۔ اس نے اس نو احمدی سے قبل از احمدیت یہ کہا کہ مجھے فلاں فلاں شخص نے مارا ہے ۔ اور زدوکوب کی ہے تو میرا گواہ بن اور گواہی دے ۔ اس نے کہا بہت اچھا ۔ چنانچہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر آئے ۔ اور انہوں نے مولا داد کی گواہی پر ضمنی طیار کر کے بھیجدی ۔ جب عدالت میں مقدمہ پیش ہؤا ۔ اور تاریخ مقرر ہوئی ۔ تو اس تاریخ سے پہلے ہی مولا داد احمدی ہو گیا ۔ جب عدالت میں گواہی کے لئے پیش ہؤا ۔ تو مجسٹریٹ نے پوچھا ۔ کہ کیا تمہارے سامنے فلاں فلاں شخص نے اس فلاں شخص کو زدوکوب کی ۔ تو مولا داد نے کہا کہ میرے سامنے کوئی زدوکوب نہیں کی ۔ مجسٹریٹ نے کہا تمہارے پہلے بیان میں یُوں لکھا ہے ۔ کہ میرے سامنے انہوں نے زدوکوب کی ۔ اب اس کے خلاف بیان کرتا ہے ۔ اس کے جواب میں کہا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ وہ پہلا میرا بیان غیر احمدی ہونے کی حالت کا ہے ۔ جبکہ میں جھوٹ بول لیتا تھا ۔ اور یہ دوسرا میرا بیان احمدی ہونے کا ہے ۔ اس لئے سچا بیان یہی ہے ۔ کیونکہ میں اب احمدی ہوں ۔ اور ہم حضرت مرزا صاحب کے مُرید جھوٹ ہرگز نہیں بولتے ۔ پھر مجسٹریٹ نے جھڑکی دے کر کہا کہ سچ بولو ۔ ورنہ میں تمہیں اس دروغ حلفی کی سزا دونگا ۔ پھر اس نے جواب میں عرض کیا کہ سرکار کی جو مرضی ہے ۔ میرے ساتھ کرے ۔ لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ میں سامنے موجود نہ تھا ۔ اور یہی سچ ہے ۔ اور یہ ایسا سچ ہے ۔ کہ سرکار اس کی تصدیق مدعی اور مدعا علیہ دونوں سے کرا سکتے ہیں کہ مینے جو پہلے بیان لکھایا اس وقت میں غیر احمدی تھا ۔ وہ جھوٹ لکھایا تھا ۔ اب میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں ۔ اور میرا یہ اب کا بیان بالکل سچا ہے ۔ کیونکہ ہم احمدی لوگ جھوٹ نہیں بولتے ۔ تب مجسٹریٹ نے مدعی اور مدعا علیہ سے پوچھا کہ تم بتاؤ اور سچ سچ بتاؤ ۔ کہ اس کے دونوں بیانوں سے کونسا بیان سچا ہے ۔ تب بالاتفاق فریقین نے عرض کیا کہ حضور اس کا آخری بیان ہی سچا ہے ۔ اس واقعہ کا غیر احمدیوں پر بھی بہت بڑا اثر ہؤا ۔ اور اس کے اس نمونہ اور اس کی اس تبدیلی حالت سے سب لوگ متاثر اور تعجب کرتے ہیں ۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعود کا یہ کسقدر معجزہ ہے ۔ میرے خیال میں جو لوگ احمدی کہلا کر پھر کمزوری دکھاتے ہیں ۔ ان کے ایمان میں کمزوری ہے ۔ ورنہ ایمان درست ہو تو ایمان کامل انسان کے اندر ایک حیرتناک انقلاب اور پاک تبدیلی پیدا کر دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل ایمان نصیب فرما دے آمین ٭

اصلاح کی ضرورت

دو احمدی احباب کے خط موصول ہوئے ہیں ۔ ہر دو اپنی لڑکیوں کا رشتہ غیر احمدیوں میں کرنے کی وجہ سے نہایت دُکھ میں ہیں ۔ کیونکہ نہ وہ طلاق دیتے ہیں ۔ اور نہ لڑکیوں کو آباد کرتے ہیں احباب ان کی مخلصی کے لئے دُعا فرما دیں ۔ اس قسم کے بہت سے خطوط آتے رہتے ہیں ۔ ہمارے احمدی احباب کو حضرت صاحب کے اس ارشاد کی کہ غیر احمدیوں سے اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہ کرو ۔ بہت قدر کرنی چاہیئے ۔ اور ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ٭

دہرم کوٹ سے اخویم عبد الرحمٰن صاحب اپنے بیمار بھائی کی صحت کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں ٭

ثالث نہیں ماننا چاہیئے

بلب گڈھ سے مکرم انوار حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ایک پرچہ مسلمانان بلب گڈھ کیطرف سے اس مضمون کا آیا ہے کہ ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ احمدی اپنے عقائد میں حق پر ہیں یا نہیں اسلئے انہوں نے ایک مولوی صاحب کو بلایا ہؤا ہے ۔ اور وہ مباحثہ کرنا چاہتے ہیں ۔ اس پرچہ کا جواب روانہ کیا گیا ہے ۔ مباحثہ ہو گا ۔ ہمارا ارادہ ہے کہ دہلی سے حکیم خلیل احمد صاحب کو بلائیں ۔ اور وہ لوگ ثالث مقرر کرنا چاہتے ہیں ۔ جو ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ کرے ٭

حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب میں لکھوایا کہ مباحثہ بیشک کریں ۔ مگر کسی کو ثالث ہرگز نہیں ماننا چاہیئے ۔ ہمارے اکثر احباب حسن ظنی اور اپنے حق پر ہونے کے جوش میں غیر مذاہب کے لوگوں کو ثالث منظور کر لیتے ہیں وہ آئندہ احتیاط کریں ٭

احمدیت کی لگن

ایک غیر مسلم صاحب حضرت خلیفۃ ثانی کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ ۔ ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہیں ایک گلی کے ناکہ پر ایک شخص کی ملاقات کے سبب ٹھہرا کہ ایک شخص سے پُوچھ رہا تھا ۔ کہ فلاں شخص کس کمرہ میں رہتا ہے کہ یکایک ایک مرد مسلمان دو پرچے ہاتھ میں لئے آموجود ہؤا ۔ اور پہلے تو ترجمہ قرآن کے نمونے کا پرچہ دیکر مخاطب ہؤا ۔ کہ ہمارے قرآن کا یہ انگریزی ترجمہ ہے ۔ چونکہ میں انگریزی لباس میں تھا ۔ اس شخص نے مجھے غالباً یورپئین سمجھا ۔ مینے اس کی سادگی پر یہ جرأت اور ہمت دیکھی کہ باوجودیکہ وہ بہت کچھ پڑھا لکھا آدمی نہ تھا ۔ پر ایسے حوصلے سے گفتگو کر رہا ۔ کہ کسی عام عیسائی کا ایسے شخص سے بآسانی پیچھا چھڑانا مشکل تھا ۔ جب مینے دو ایک سوال کئے ۔ تو گو جواب دینے میں کچھ شش و پنج کرتے ہوئے فوراً اسی پرچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپکے سارے سوالوں کا مکمل اور پورا جواب اسی میں ہے ۔ آپ بغور پڑھیں ۔ سب مشکلات حل ہو جائینگی ٭

پھر جب مینے پُوچھا کہ آپ کون ہیں تو کہا کہ میں مسکین شخص ہوں ۔ اور پیشہ طبابت کا چند روز سے اسی کوچہ میں کیا کرتا ہوں ۔ مینے کہا کہ نہیں میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ کا مذہب کیا ہے ۔ آپ احمدی ہیں یا غیر احمدی ۔ تب اس نے آہ سرد بھر کر کہا کہ آپ لوگ اس فرق کو جانتے ہیں ۔ اور مسلمان اس سے ناواقف ہیں ۔ غرضیکہ آدھ گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی ۔ آخر وہ کہنے لگے کہ میں ابتک غیر احمدی تھا ۔ پر اب دل میں پختہ یقین کر چکا ہوں ۔ اور احمدی ہونے کا دلی اشتیاق ہے ۔

مجھے سخت تعجب ہؤا ۔ کہ ابھی ایک متلاشی کو جو اپنے آئندہ طریق سے چنداں واقفیت بھی نہیں رکھتا ۔ اس قدر جوش اشاعت کا ہے تو جب یہ کچھ جاننے لگیگا تو خدا جانے کیا غضب ڈھائیگا علاوہ اس کے اور چند اسی قسم کی باتیں آپکے مُریدوں میں دیکھیں ۔ جس سے بڑی حیرت ہوئی ۔ بشرط زندگی کسی وقت نیاز حاصل کر کے عرض کرونگا ٭

وصولی چندہ

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبلغ اطلاع دیتے ہیں کہ وہ بہمراہی چودھری اللہ رکھا صاحب چک ۹۹ شمالی میں وصولی چندہ کا کام کر رہے ہیں ٭

قبولیت دُعا

سنور سے مولوی محمد تقی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ باوجود پندرہ سال کی بڑی بڑی کوششوں کے میں اپنے مدعا میں ناکام رہا ۔ مگر اب حضرت فضل عمر کی چند روزہ دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے مجھے حسب دلخواہ کامیابی عطا فرمائی ہے ۔ خدا تعالیٰ دشمنان اہلبیت کی آنکھیں کھولے ۔ تا وہ امام وقت کی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھیں ۔ اور راہ پاویں ٭

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۸ - اگست ۱۹۱۶ء

سیدنا حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں

جناب مولوی محمد احسن صاحب کی جانب سے ایک خط

پچھلے دنوں جناب مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے ایک رسالہ بنام القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد لکھ کر شائع کیا ہے۔ جس کی بناء پر بعض غیر مبایع جناب مولوی صاحب موصوف امروہی کی نسبت لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں جو اختلاف عقائد پایا جاتا ہے۔ اس میں اس وقت سے پہلے جناب مولوی صاحب موصوف کو اپنے صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہاں اب اس رسالہ میں آپ نے اپنے اصلی عقائد ظاہر کر دئے ہیں۔ یعنی اس وقت تک آپ جن عقائد کا اظہار کرتے رہے۔ انہیں گو آپ جھوٹا سمجھتے تھے۔ لیکن کسی لالچ کی وجہ سے یا کسی کے دباؤ میں آکر ان کا اظہار اور اپنے اصلی عقائد کا اخفار کرتے رہے۔ یا یہ کہ پہلے آپ نے کسی طمع یا کسی اور وجہ سے اس بارہ میں اپنے عقائد کا اظہار نہیں کیا۔ اور دونوں فریقوں میں سے کسی فریق کے ساتھ اپنا اتفاق یا اختلاف عقائد نہیں بتلایا تھا۔ چنانچہ ۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کے پرچہ پیغام صلح لاہور میں جناب مولوی صاحب موصوف کے رسالہ مذکورہ کا ذکر کر کے اس کا خلاصہ مضامین بتاتے ہوئے جناب موصوف کی نسبت لکھا ہے کہ:-

"ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق عطا فرمائی۔"

گویا پہلے آپ کو اپنے صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق نہ تھی۔ افسوس کہ پیغام نے نہ صرف جناب مولوی صاحب کی نیت پر حملہ کیا۔ بلکہ آپ کے ایمان پر بھی نہایت سختی سے وار کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ جناب موصوف کے ایمان و اتقا پر حملہ کرتا ہوا پھر آپ کو کن معنوں میں بزرگ انسان کہتا ہے۔ اور آپ کے سابقہ بیانات کو نعوذ باللہ نفاق پر مبنی بیان کر کے کس بناء پر آپ کے موجودہ بیان کو صحیح قرار دیتا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ آپ کے پہلے اقوال و تحریرات کو دروغ قرار دینے سے آپ کا ہر ایک بیان اور ہر ایک قول غیر معتبر اور ناقابل التفات ثابت ہوگا۔

پیغام کے مذکورہ بالا فقرہ کے معنے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ دو ہی ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ پہلے جناب مولوی صاحب کسی لالچ وغیرہ کی وجہ سے غلط عقائد ظاہر کرتے رہے۔ اور عمداً لوگوں کو نعوذ باللہ دھوکہ دیتے رہے۔ لیکن اب آپ نے صحیح عقائد کا اظہار کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ پہلے آپ اس بارہ میں بالکل خاموش رہے اور اپنے عقائد کو ظاہر نہ کر سکے۔ پہلی صورت میں جناب مولوی صاحب کی نیت اور ایمان پر سخت حملہ ہوتا ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) اور اس طرح سے آپ کے ہر ایک بیان سے امان بالکل اٹھ جاتا ہے۔ پس اس صورت میں پیغام کا آپ کی کسی تحریر کو اپنی تائید میں پیش کرنا سراسر بدنیتی پر مبنی ہوگا۔ چونکہ اس صورت میں پیغام کا حملہ آپ کی نیت پر ہوگا۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے ہم اس کا معاملہ خدا تعالیٰ پر ہی چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ کر دیگا۔ کہ آپ کی نسبت یہ بدظنی درست تھی یا بے جا۔ ہاں ہم اسقدر ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب کے بعض اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑی جرأت رکھتے ہیں۔ حتے کہ فرط جرأت کی وجہ سے آپ اپنی تحقیقات کے مقابلہ میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انی جاعلک للناس اماما۔ روحانی عالم تیرے پر کھولا گیا۔ انت علے بینۃ من ربک۔ سراجا منیرا۔ سبحٰنک اللہ ورافاک وعلمک مالم تعلم۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جسکی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اماما۔ حکما عدلا نبی اللہ۔ اور جو کھلے الفاظ میں کہتا ہے۔ کہ "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خودپسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے") کے ارشادات کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور انہیں تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ اپنی تحقیقات کے رو سے ان ارشادات کو قرآن و حدیث کے مطابق نہ پاویں۔ اور پھر اسبات پر آپ کو بڑا فخر ہے۔ چنانچہ آپ اپنی ایک تحریر میں اپنی آزاد خیالی کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں کہ:-

"تو ہندوستان میں خاکسار ایک عالم محقق کہکے مشہور ہے۔ اور بارہا حضرت اقدس نے برملا ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مولوی محمد احسن ہماری بات کو اس وقت تسلیم کرتا ہے کہ جب کتاب و سنت سے اوس کو مطابقت کر لیتا ہے۔ پس مجبوری کیسی۔"

پس جب آپکی جرأت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ تو آپ کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ ایک لمبے عرصہ تک آپ کو اپنے اصلی عقائد کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔ سراسر حماقت ہے۔

دوسری صورت میں یعنی اگر پیغام کا مدعا اپنے فقرہ مذکورہ سے یہ ہو کہ جناب مولوی صاحب ان اختلافی مسائل کے متعلق اپنا عقیدہ ظاہر کرنے سے خاموش رہے۔ اس مغالطہ کا ازالہ کرنا اور جناب مولوی صاحب کو اس الزام سے بری ثابت کرنا ہمارے نزدیک واجب ہے۔ کیونکہ اس اتہام کا تعلق محض آپ کی نیت کے ساتھ نہیں۔ بلکہ واقعات کے ساتھ بھی ہے اس لئے ضروری ہوا۔ کہ واقعات کی شہادت کے ساتھ جناب مولوی صاحب کی ذات سے اس الزام کو دور کیا جائے اور پیغام کے دروغ بیفروغ کی حقیقت کھول دی جائے سردست ہم اس کے لئے جناب مولوی صاحب کی طرف سے آیا ہوا صرف ایک خط پیش کرتے ہیں جو آپ کے برخوردار میاں محمد یعقوب نے ۱۱- فروری ۱۹۱۵ء کو جناب مولوی صاحب کے حکم سے سیدنا حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں رسالہ القول الفصل کی بابت لکھا ہے:- "خاکسار

نے جناب والد صاحب کو سُنایا۔ دعاوی صادقہ اور مصدقہ سُنکر ایسے خوش ہوئے۔ کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ الحمدللہ میں نے وہ وقت پالیا۔ کہ جس کا میں سالہا سال سے منتظر تھا"

اس سے ظاہر ہے کہ جناب مولوی صاحب اس سے پہلے مسائل مختلفہ فریقین کے متعلق خاموش نہیں رہے بلکہ آپ کھلے الفاظ میں سیدنا حضرت خلیفہ ثانی حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کے عقائد کو صادق بتا چکے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے رو سے جس مصلح موعود کا آنا اور اس کا حضرت اقدس کے دعاوی اور دلائل اور نور صداقت کو دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانا اور لوگوں کے غلط عقائد کی اصلاح کرنا مقدر تھا۔ وہ حضرت خلیفہ ثانی سیدنا محمود کا ہی وجود مسعود ہے۔ اور یہ کہ میں سالہا سال سے اس وعدہ کے پورا ہونے کا منتظر تھا۔ اس امر کو واضح کرنے کے لئے کہ وہ کونسے عقائد ہیں۔ جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسالہ القول الفصل میں بیان فرمائے ہیں۔ اور جن کو جناب مولوی محمد احسن صاحب نے نہ صرف صادق بتایا۔ بلکہ انہیں سُنکر اسقدر خوش ہوئے۔ کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو بھی فراموش کر دیا۔ صرف اس قدر ہی بتا دینا کافی ہوگا کہ ... ... دیا جاوے۔ کہ رسالہ مذکورہ میں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے صفحہ ۲ سے لیکر صفحہ ۲۷ تک بڑے زور سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سلسلہ انبیاء میں داخل اور فی الواقع نبی اور رسول ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ کی نبوت مجازی نہیں۔ بلکہ حقیقی ہے۔ ہاں عوام اہل اسلام کے خیال کی بناء پر نبوت کی جو یہ تعریف کی جاتی ہے کہ نبی وہی ہوتا ہے۔ جو صاحب شریعت ہو یا کسی اور نبی کا پیرو اور اُمتی نہ ہو۔ اس کے رو سے آپ حقیقی نبی نہیں۔ بلکہ مجازی نبی ہیں۔ اور کہ اس اُمت میں آپ کے سوا ابھی تک اور کوئی شخص نبی نہیں ہوا اور نہ ہی آپ پر نبی کا لفظ اُن معنوں میں اطلاق پاتا ہے۔ جنمیں کہ اس اُمت کے دوسرے اولیاء۔ مجددین و محدثین کو بھی نبی کہا جا سکتا ہے۔ اور صفحہ ۲۰ سے لیکر صفحہ ۳۳ تک اس مدعا کو ثابت کیا ہے کہ مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور ص۳۳-۳۴ میں مسئلہ کفر و اسلام پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے بعد متفرق امور مثل طریق تبلیغ وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھ کر کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے القول الفصل میں کن عقائد کو ثابت کیا ہے۔ آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ وہ کونسے دعاوی صادقہ ہیں۔ جنہیں سُنکر آپ "ایسے خوش ہوئے۔ کہ عوارض لاحقہ متعلق پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ الحمدللہ میں نے وہ وقت پالیا کہ جس کا میں سالہا سال سے منتظر تھا"

پھر اس خط میں عقائد مذکورہ بالا کی حقیقت کے اظہار و اقرار پر ہی اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ ساتھ ہی لاہوری حضرات غیر مبایعین کے متعلق بھی مولوی صاحب نے اپنے اصلی خیالات کا اظہار کر دیا ہوا ہے۔ اور ضمناً مکرر رسالہ القول الفصل کی بڑے زور کے ساتھ تصدیق و تائید بھی کی ہے ہم اس کے متعلق خود تشریح کرنا نہیں چاہتے۔ حضرات مشار الیہم خود ہی سمجھ لیں۔ کہ جناب مولوی صاحب انکو کیا خطاب دیتے ہیں۔ اس کے متعلق اس خط کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"یہاں پر آل فرعون لاہوریوں کی نسبت جناب والد صاحب کی طرف سے لکھتا ہوں۔ خارجاً معلوم ہوا کہ اس رسالہ الفصل کو ایک شیطان نے یہ کہا۔ کہ مصنف رسالہ شریر ہے۔ کذاب ہے جالباز ہے میں سارے پردے اس کے کھولوں گا۔ یہ قول فرعون کا ایک ادنیٰ ہے۔ مرکا تو وہی حال ہے جو فرعون کا تھا۔ وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم اوان یظہر فی الارض الفساد وما اریکم الا ما اریٰ وما اھدیکم الا سبیل الرشاد۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگر بالآخر توبہ نہ کی۔ تو غرق طوفان ضلالت میں ہو جائیگا آمین"

اسجگہ ایک اور اعتراض کا رفع کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جناب مولوی صاحب نے اپنے تازہ رسالہ القول الممجد میں مسائل مذکورہ بالا کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ان دعاوی صادقہ کے سراسر خلاف ہیں جن کی صداقت رسالہ القول الفصل میں بڑے زور کے ساتھ ثابت کیگئی ہے۔ اور جنہیں سُنکر آپ کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ تمام عوارض لاحقہ آپ کو فراموش ہو گئے اس اعتراض کا یہ جواب ہے۔ کہ رسالہ القول الفصل کے پیش کردہ عقائد کو آپ نے اس لحاظ سے سچا کہا ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا عین دعویٰ ہے۔ جیسا کہ خط مذکور کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ :" دعاوی صادقہ اور مصدقہ سُنکر ایسے خوش ہوئے۔ کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ الحمدللہ کہ میں نے وہ وقت پالیا۔ کہ جس کا میں سالہا سال سے منتظر تھا" لیکن رسالہ القول الممجد میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ اس کی بناء آپکی اپنی ذاتی تحقیق پر ہے۔ اور حضرت کے الہامات اور اقوال کو اس میں اس حد تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ کہ ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی ان پر صاف اور کھلے الفاظ میں ترجیح دیگئی ہے چنانچہ آپ نے اپنے رسالہ مذکورہ کے شروع میں "اشتہار ضروری" کے عنوان کے ماتحت اس امر کا اعلان کیا ہے۔ کہ

"میرے نزدیک حدیث ضعیف بھی اقوال[1] اور الہامات سے مقدم ہے۔ بشرطیکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے مخالف نہ ہو۔ یہ مذہب میرا اس لئے ہے کہ ثبوت سلسلہ احمدیہ کے ثبوت حقیت کا مدار احادیث سے ہی ہوا ہے۔ اور قرآن مجید سے تو صرف استنباطات ہوتے ہیں۔ نص کوئی موجود نہیں ہے"

---

[1] ان اقوال و الہامات سے جناب مولوی صاحب کی مُراد "علماء ربانی اور حضرت مسیح موعود کے اقوال اور الہامات" ہیں جیسا کہ اسی اعلان میں حوالہ مذکورہ سے اوپر آپ نے صریحاً بیان کر دیا ہے۔ جہاں ضمناً یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اقوال اور الہامات کی حیثیت وہی ہے جو دیگر علماء ربانی کے

اقوال اور الہامات کی

حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ "مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کو مسیح موعود کی پیشگوئی کا خیال کیوں دل میں آیا۔ آخر وہ حدیثوں سے ہی لیا گیا۔ پھر حدیثوں کی اور علامات کیوں قبول نہیں کی جاتیں؟ یہ سادہ لوح یا تو افترا سے ایسا کہتے ہیں۔ اور یا محض حماقت سے۔ اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا۔ تب بھی میرے اس دعوے کو کچھ حرج نہ پہنچتا" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۰-۳۱) "قرآن کریم میں یقینی اور قطعی طور پر ایک اپنے مسیح کی خبر موجود ہے جسکا دوسرے لفظوں میں مسیح موعود ہی نام ہونا چاہیئے نہ کچھ اور" (شہادت القرآن صفحہ ۱۴)

معزز ناظرین! ایک طرف حضرت اقدس کے اس ارشاد کو دیکھیں۔ اور دوسری طرف جناب مولویصاحب کے اس اعلان کو جو اوپر مذکور ہوا ہے اس سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ جناب مولویصاحب کی نئی تحقیق کا حضرت اقدس کے دعاوی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ غرض آپکا خط میں رسالہ القول الفصل کے پیش کردہ دعاوی کو صادق بتانا تو اس لحاظ سے ہے کہ حضرت اقدس کے دعویٰ کے لحاظ سے یہ باتیں بالکل صحیح اور حق ہیں۔ اور آپکے رسالہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسکی بنا حضرت اقدس کی تعلیم اور آپکے دعاوی کے سراسر خلاف آپکی ذاتی جدید تحقیقات پر ہے پس دونوں کلاموں میں کوئی تناقض نہیں ہے ۔

ذیل میں جناب مولوی صاحب کی طرف سے آئے ہوئے مذکورہ بالا خط کا عکس دیا جاتا ہے تاکہ غیر مبائعین حضرات کو پوری تسلی حاصل ہو جائے۔ اور جناب موصوف کی نسبت جو مغالطے پھیلائے ہیں۔ اسکا بکلی قلع قمع ہو جائے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بحضور جناب خلیفۃ المسیح والمہدی حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل عمر دام اقبالکم و جلالکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مرحمت نامہ نے صدور فرما کر افتخار و ازدیاد بخشا۔ رسالہ القول الفصل جو ماہ ہو بالنہرل کو خاکسار نے جناب والد ماجد کو سنایا۔ دعاوی صادقہ اور مصدوقہ سنکر ایسے خوش ہوئے کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا اور کہنے لگے کہ الحمد للہ میں نے وہ وقت پا لیا کہ جسکا میں سالہا سال سے منتظر تھا اور فرمایا کہ تحفۃ الملوک کا تحت استخارہ ہے عرض کردو کہ روانہ فرما دیا جاوے اور حضور کی طرف سے ارشاد دیں کہ بہت بہت دنوں تک خیریت سے آگاہی ہمیں ملتی نعقوب جلد جلد جو الدات طبیعت سے اطلاع دیتا رہے سخت تاکید سے میں نے تو چاہا تھا مگر والد صاحب نے فرمایا کہ جناب والا امور مہمہ دینیہ میں مستغرق ہیں آپ کے استغراق میں فرق آ جاویگا بدیں وجہ کوتاہی میں سست وارق ہوئی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کوتاہی نہیں ہوگی۔ منکرین لاہوریوں کی نسبت جناب والد صاحب کی طرف سے لکھتا ہوں خارج معلوم ہوتا کہ اس رسالہ القول الفصل کو ایک شخص نے یہ کہا کہ مصنف رسالہ شریر ہے کذاب ہے چالباز ہے میں سمجھتا ہوں کہ اونکے لاہوریوں کا یہ قول تو اونکا ایک ازلی ہے۔ وہی حال ہے جو فرعون کا تھا وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظہر فی الارض الفساد ما اریکم الا ما اری وما اہدیکم الا سبیل الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ اگر بالآخر توبہ نہ کی تو غرق طوفان ضلالت میں ہو جاوینگے۔ آمین۔ اور جناب والد صاحب نے مجھکو یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ رسائل جو یہاں موجود ہوں واسطے تقسیم کے بخدمت جناب مفتی محمد صادق صاحب مفت روانہ کر دیے جاویں انشاء اللہ امروز فردا روانہ کرتا ہوں چہرہ ونیز کالج بھاگلپور جناب مولانا عبد الماجد صاحب کو کچھ اشتہارات مقرر کئے واقع ہیں اور اسی وجہ سے رسالہ القول المعروف فی اجتماع الخسوف والکسوف بھی ... میں واقع ہو گیا ہے۔ اونکے واسطے بہت دعا فرمائی جاوے امراض خارشی وغیرہ بدستور لاحق ہیں اسلئے والد صاحب کہتے ہیں کہ بہت دعا فرمائی جاوے اور جو تکم مجھکو حکم تاکیدی ہے اس لئے واسطے اطلاع کے عرض کیا گیا۔ والسلام

خیر ختام

عاجز محمد ... سید محمد احسن امروہی ...

مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبۂ جمعۃ المبارک

قبولیّتِ دُعا کے طریق

نمبر ۲

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی

فرمودہ ۲۸ - جولائی ۱۹۱۶ء

واذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون (۲-۱۸۲)

ہر ایک چھوٹی بات کو چھوٹی نہ سمجھو۔

بہت سی باتیں بظاہر ہلکی اور چھوٹی نظر آتی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان کے فوائد سے محروم رہنا ہوتا ہے۔ وہ ان کو بے حقیقت اور معمولی سمجھ کر ان پر سے اندھوں کی طرح گذر جاتے ہیں۔ لیکن انپر عمل کرنے سے بہت بڑے بڑے اور اعلیٰ درجہ کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو سارے پڑھے لکھے آدمی خط لکھتے ہیں لیکن سب کا خط خوبصورت نہیں ہوتا۔ لکھنے والی قلم۔ سیاہی اور کاغذ ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔ پھر ہاتھ بھی ایک ہی ایسا ہوتا ہے۔ وہی پانچوں انگلیاں سب کی ہوتی ہیں۔ جو ایک خوشنویس کی ہوتی ہیں۔ ایک ہی طرح کے گوشت ہڈیوں اور نسوں سے بنی ہوتی ہیں۔ مگر جب ایک لکھتا ہے تو ایسا خوبصورت کہ دیکھنے والے کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور جب دوسرا لکھتا ہے۔ تو ایسا کہ دیکھنے والے کی طبیعت قبض ہو جاتی ہے۔ دونوں خطوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اور دونوں کا اپنے اپنے رنگ میں بڑا اثر پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اعلیٰ اور عمدہ خط کی طرف انسان کی طبیعت خود بخود کھنچتی ہے۔ گو میرا اپنا خط کوئی ایسا اچھا نہیں۔ لیکن میری ڈاک میں جو خط اچھے لکھے ہوتے ہیں۔ ان کو میں پہلے پڑھتا ہوں۔ تاکہ آسانی سے پڑھ سکوں۔ اور جو مشکل سے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو بعد میں پڑھتا ہوں۔ تو خوبصورت خط کا ایک فوری اثر ہوتا ہے۔ لیکن جانتے ہو۔ خط کی خوبصورتی کہاں سے آتی ہے۔ اگر کہو۔ ہاتھ سے۔ تو ہاتھ تو سب کے ہوتے ہیں۔ اگر کہو۔ قلم سے تو قلم بھی سب کے پاس ہوتی ہے۔ اگر کہو سیاہی سے۔ تو سیاہی بھی ہر ایک رکھتا ہے۔ اور اگر کہو کاغذ سے۔ تو کاغذ بھی ہر ایک کے پاس ہوتا ہے۔ پھر وہ کیا چیز ہے۔ جس کی موجودگی ایک کے خط کو بہت عمدہ اور خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور جس کی عدم موجودگی دوسرے کے خط کو بدصورت اور بدنما بنا دیتی ہے۔ یہ دراصل ایک معمولی سی حرکت اور خفیف سا پیچ ہوتا ہے۔ اگر اس کے متعلق کوئی خوشنویس بتائے تو سننے والا حیران ہو کر کہدیگا۔ کہ کیا اس ذرا سی حرکت کے نتیجہ میں ایسا اعلیٰ نتیجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن دراصل بات تو یہی ہے۔ کہ نہایت خفیف سی حرکت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ بہت خوبصورت خط ہوتا ہے۔ اور اسی کی کمی سے بڑا بدصورت نظر آتا ہے۔ اس حرکت کو جاننے والے بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے خوشنویس گذرے ہیں۔ ہندوستان میں ایک خوشنویس تھا جب کوئی فقیر اس کے پاس مانگنے کے لئے آتا۔ اور وہ اسپر مہربان ہوتا۔ تو اسے ایک حرف لکھ کر دیدیتا۔ اسکا ایک حرف آسانی سے ایک روپیہ کو بک جاتا۔ جسطرح آجکل قطعے نمائش کے لئے لگائے جاتے ہیں اسی طرح اُس کے ایک ایک حرف کو زینت کے طور پر لوگ لگاتے تھے۔ لیکن اس میں کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ صرف ہاتھ کی حرکت ہی تھی۔ جو اس کے خط کو خوبصورت کر دیتی تھی۔ اس کو اگر وہ بیان کرتا۔ تو ہر ایک اسبات کو نہ سمجھ سکتا۔ کہ اتنی سی معمولی حرکت سے ایسا خوبصورت حرف کس طرح لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن خوبصورتی کا باعث وہی حرکت تھی۔

ہر پیشہ میں یہی بات ہے

تمام پیشوں کا یہی حال ہے ایک ہی کلہاڑا۔ ایک ہی لکڑیاں چیرنے والا آرہ۔ اور ایک ہی طرح کے سب آدمی ہوتے ہیں۔ مگر ایک کی بنائی ہوئی چیز ایسی عمدہ ہوتی ہے۔ کہ انسان اس کی طرف سے آنکھیں نہیں ہٹانا چاہتا۔ اور دوسرے کی ایسی ہوتی ہے۔ کہ دیکھ کر منہ پھیر لیتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ اس نے تو لکڑی کو ہی خراب کر دیا ہے۔ ان دونوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں اتنا بڑا فرق پیدا کرنے والی بھی ایک حرکت ہی ہوتی ہے جسے اگر بیان کیا جائے۔ تو سننے والا حیران رہ جائے۔ کہ یہ اسبات کا موجب کسطرح ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کھانا پکانے والے ہیں۔ ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا پکاتا ہے۔ کہ اگر انسان کو بھوک نہ بھی ہو۔ تو بھی دیکھکر اشتہا پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایسا پکاتا ہے۔ کہ اگر سخت بھوک لگی ہوئی ہو۔ تو بھی کھانا دیکھ کر بند ہو جاتی ہے۔ اگر اس اچھا کھانا پکانے والے سے۔ پوچھا جائے۔ کہ تم نے کسطرح پکایا ہے۔ تو یہ نہیں ہوگا۔ کہ وہ ترکیبوں اور احتیاطوں کے کوئی دو تین صفحے لکھا دیگا۔ بلکہ یہی کہیگا۔ کہ جس طرح سب لوگ پکاتے ہیں۔ اسی طرح میں نے بھی پکایا ہے۔ میں کوئی نئی ترکیب تو نہیں جانتا۔ یا اگر زیادہ کرے گا۔ تو یہ کہدے گا۔ کہ نمک مرچ اسطرح ڈالتا ہوں۔ مصالح اس طرح بھونتا ہوں۔ آگ اسقدر جلاتا ہوں۔ وغیرہ۔ ان باتوں کو سنکر پوچھنے والا سمجھیگا۔ کہ یہ مجھ سے دہوکہ کر رہا ہے۔ اور اصل بات نہیں بتاتا۔ اس طرح تو میں پہلے ہی کرتا ہوں۔ لیکن اصل اور درست بات وہی ہوتی ہے۔ جو وہ بتا رہا ہوتا ہے۔ یہی حال عمارت بنانے والوں کا ہے یہی علم پڑھانے والوں کا۔ ایک مدرس کی بات بہت کم طالب علم سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسرے کی ہر ایک سمجھ جاتا ہے اس کو بیان کرنے کی ایک معمولی مشق ہوتی ہے۔ اسے اگر وہ بیان کرے۔ تو لوگ بہت معمولی سمجھیں۔ اسی طرح اور کئی باتوں کو معمولی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہی معمولی باتیں بہت بڑے نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو جاتی ہیں ؛

ایک مثال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سُنا۔ آپ کسی عورت کا قصہ بیان فرماتے کہ اسکا ایک ہی لڑکا تھا۔ وہ لڑائی پر جانے لگا۔ تو اُس نے اپنی ماں کو کہا۔ کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں۔ جو میں اگر واپس آؤں۔ تو تحفہ کے طور پر آپ کے لئے لیتا آؤں۔ اور آپ اسے دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ ماں نے کہا۔ اگر تو سلامت آجائے۔ تو یہی بات میرے لئے خوشی کا موجب ہو سکتی ہے۔ لڑکے نے اصرار کیا۔ اور کہا آپ ضرور کوئی چیز بتائیں۔ ماں نے کہا۔ اچھا اگر تم میرے لئے کچھ لانا ہی چاہتے ہو۔ تو روٹی کے جلے ہوئے ٹکڑے جسقدر زیادہ لا سکو۔ لے آنا۔ میں اُنھیں سے خوش ہو سکتی ہوں۔

اس نے اس کو بہت معمولی بات سمجھ کر کہا۔ کہ کچھ اور بتائیں لیکن ماں نے کہا۔ بس یہی چیز مجھے سب سے زیادہ خوش کر سکتی ہے۔ خیر وہ چلا گیا۔ جب وہ روٹی پکاتا۔ تو جان بوجھ کر اُسے جلاتا۔ تا جلے ہوئے ٹکڑے زیادہ جمع ہوں۔ روٹی کا اچھا حصہ تو خود کھا لیتا۔ اور جلا ہُوا حصہ ایک تھیلے میں ڈالتا جاتا۔ کچھ مدت کے بعد جب گھر آیا۔ تو اس نے جلے ہوئے ٹکڑوں کے بہت سے تھیلے اپنی ماں کے آگے رکھ دئے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے پوچھا۔ امّاں میں نے آپ کے کہنے پر عمل تو کیا ہے۔ مگر مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ یہ بات کیا تھی۔ ماں نے کہا۔ اس وقت جبکہ تم گئے تھے۔ اس کا بتانا مناسب نہ تھا۔ اب میں بتاتی ہوں۔ اور وہ یہ۔ کہ بہت سی بیماریاں انسان کو نیم پختہ کھانا کھانے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہیں میں نے جلے ہوئے ٹکڑے لانے کے لئے اس لئے کہا۔ کہ تم ان ٹکڑوں کے لئے روٹی کو ذیا پکاؤ گے۔ کہ وہ کسیقدر جل بھی جائیگی۔ جلی ہوئی کو رکھ دوگے۔ اور باقی کھاؤ گے۔ اس سے تمہاری صحت بہت اچھی رہیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا ۔

یہ کیا چھوٹی سی بات تھی۔ لیکن درحقیقت اس کے بچے کو بچانے کا موجب ہو گئی۔ سپاہی چونکہ جلدی جلدی کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں۔ اور اسطرح اکثر کچا رہتا ہے۔ اس لئے انہیں پیچش اور محرقہ وغیرہ امراض اکثر لاحق رہتی ہیں۔ اس کی ماں نے ایسی بات بتائی۔ جو بظاہر تو بہت معمولی تھی۔ مگر جب اس نے اسپر عمل کیا۔ تو بہت بڑا فائدہ اٹھایا۔ یعنی اس سے اس کی صحت سلامت رہی ۔

ہر چھوٹی بات کو معمولی نہ سمجھو۔

یہ میں نے تمہید کیوں بیان کی ہے۔ اس لئے۔ کہ جو کچھ میں نے پچھلے جمعہ کو بیان کیا تھا۔ اور جو آج کرنے لگا ہوں۔ وہ بظاہر سننے میں بہت معمولی معلوم ہُوا ہوگا۔ مگر وہ ایسا ہی معمولی ہے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ کہ خوبصورت لکھنے والے۔ عمدہ اشیاء بنانے والے۔ اعلیٰ کھانا پکانے والے کے ہاتھ کی حرکت ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ وہ کوئی خاص گُر جانتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ اُن کے پاس بھی وہی گُر ہوتا ہے۔ مگر وہ استعمال نہیں کرتے۔ اس لئے اُن کی دعائیں رد کی جاتی ہیں۔ اور جو استعمال کرتے ہیں۔ ان کی قبول ہوتی ہیں۔ پس تم لوگ ان کو معمولی نہ سمجھو۔ وہ گو معمولی نظر آتی ہیں۔ مگر نتائج بہت اعلیٰ رکھتی ہیں جب تم ان باتوں کو سنو گے۔ جو اب میں سنانا چاہتا ہوں۔ تو کہو گے۔ کہ یہ معمولی باتیں ہیں۔ ان کو ہم بھی جانتے ہیں مگر جاننا اور بات ہے۔ اور عمل کرنا اور بات۔ غیر احمدی کہا کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر کیا آئے۔ جسدن سے آئے ہیں۔ اسی دن سے لوگوں پر ہلاکت اور تباہی آ رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ ان کا آنا ہلاکت اور تباہی سے نہیں بچا سکتا۔ بلکہ ان کا ماننا بچاتا ہے۔ پس ہمیں یہ بتایا جائے کہ کتنوں نے آپؑ کو مانا ہے۔ جب آپؑ کو مانتے نہیں۔ تو پھر تباہیوں سے کسطرح بچیں۔ تو کسی بات کا جاننا یا زبانی ماننا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک کہ اسپر عمل نہ کیا جائے ۔

گذشتہ جمعہ میں میں نے دعا کے قبول ہونے کے لئے دو باتیں بتائی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ انسان اپنے اعمال میں پاکیزگی پیدا کرے۔ اور خدا تعالیٰ کے ہر ایک حکم کو بجا لائے۔ کیوں اس لئے کہ جس سے انسان خوش ہوتا ہے۔ اس کو انعام دیتا ہے۔ اسی طرح جسپر خدا تعالےٰ خوش ہوتا ہے۔ اسی پر انعام کرتا ہے۔ اس طریق کو سنکر بعض لوگ کہدیں گے۔ کہ یہ تو ایک بڑی بات ہے۔ ہمیں پہلے اپنے اعمال کی درستی کے لئے ہی دعا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دعا تو تب قبول ہوگی۔ جبکہ اعمال درست ہونگے۔ اور اعمال اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ خدا تعالےٰ ہماری دستگیری نہ کرے اس لئے کوئی ایسی بات بتاؤ۔ جسپر عمل کرنے سے ہمارے جیسے کمزور ایمان اور کمزور اعمال والے انسانوں کی دعائیں بھی قبولیت کا شرف حاصل کر سکیں۔ کیونکہ ہم کو بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ضرورت ہے۔ تاکہ ہمارے اعمال دعا کے ذریعہ درست اور مضبوط ہوں۔ اور ہمیں کامل ایمان حاصل کرنے کی توفیق ملے۔ اس کے لئے میں آج چند ایسی باتیں بھی بیان کرتا ہوں۔ جن کو ہر ابتدائی حالت والا انسان عمل میں لا سکتا ہے اور گو وہ معمولی نظر آتی ہیں۔ لیکن درحقیقت بہت بڑی ہیں۔ اور ان سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بات تو وہ ہے۔ جو گذشتہ خطبہ میں میں نے بتائی تھی۔ کہ انسان دعا کرتے ہوئے اس بات پر کامل ایمان رکھے۔ کہ میں خدا کے حضور سے کبھی نا امید نہیں ہونگا۔ اور کبھی تہیدست نہیں پھروں گا۔ لیکن اگر کوئی انسان دعا تو کرتا ہے۔ مگر اس کا دل کہتا ہے۔ کہ تیری دعا قبول نہیں ہوگی۔ تو واقعہ میں اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اس لئے ہر ایک انسان اس یقین سے دعا مانگے۔ کہ خدا تعالےٰ ضرور سنیگا۔ اور قبول کریگا ۔

قبولیت دُعا کا دُوسرا طریق۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ ہم انسانوں میں دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے جو پیارے ہوتے ہیں۔ ان سے جو نیک سلوک کرتا ہے۔ وہ بھی ان کی نظروں میں پیارا معلوم دینے لگ جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ایک بچے کو ہلاکت سے بچالے۔ تو اس بچے کے ماں باپ اس کے شکر گذار ہوں گے۔ اور اسے یہ نہیں کہیں گے۔ کہ تو نے بچے کو بچایا ہے نہ کہ ہم کو۔ کہ ہم تیرے مشکور ہوں۔ تو یہ محبت کا تقاضا ہے کہ جو چیز کسی کی محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کو کوئی فائدہ پہنچائے یا اس کی نسبت کوئی اچھی بات کہے۔ تو محب کے دل میں اس کی بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی گُر دعا میں بھی انسان استعمال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اس سے بہت زیادہ محبت انسانوں سے ہوتی ہے۔ جو بندوں کو بندوں سے ہوتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ محبت کی بنیاد تعلق پر ہوتی ہے۔ چونکہ بندوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ابتداء کے لحاظ سے بھی اور انتہا کے لحاظ سے بھی عارضی تعلق ہوتا ہے اس لئے ان کی محبت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو۔ پھر بھی خدا کی محبت سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی محبت دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ ایک جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ کفار کو شکست ہو چکی تھی۔ صحابہ رضؓ قیدیوں کو۔ مال اسباب وغیرہ کو جمع کر رہے تھے۔ پکڑ دھکڑ شروع تھی۔ کہ ایک عورت بھاگی بھاگی پھرتی نظر آئی۔ اور جس بچے کو دیکھتی۔ اُسے پکڑ کر پیار کرتی۔ اور پھر دیوانہ وار آگے چل پڑتی۔ اسی طرح چلتے چلتے اُسے اپنا بچہ مل گیا۔ جسے اُس نے پکڑ کر چھاتی سے لگ لیا۔

اور آرام سے بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا۔ اپنے بچہ کی خاطر۔ سے کس طرح بے تاب ہو رہی تھی۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے بندوں سے اس سے بھی زیادہ محبت اور پیار ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی محبت انسانوں کی محبت سے بہت زیادہ ہے۔ پس جس طرح اگر کوئی کسی انسان سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کے محبوب کے دل میں اس کی بھی محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے بندوں پر اگر کوئی احسان۔ مروت اور رحم کرے۔ تو اللہ تعالےٰ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ تو دعاؤں کی قبولیت کا ایک طریق یہ بھی ہے۔ کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔ اور اس کے لئے دعا کرنی ہو۔ تو اس وقت کسی ایسے انسان کے جو کسی قسم کے دکھ اور تکلیف میں ہو۔ دکھ کو دور کیا جائے۔ یا دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب کوئی شخص خدا تعالےٰ کے کسی بندے سے ایسا سلوک کریگا۔ تو اس کی وجہ سے خدا تعالےٰ اس کے دکھ کو دور کر دے گا کیونکہ اس نے اس کے ایک بندہ کا دکھ دور کیا تھا۔ یہ بہت اعلیٰ طریق ہے۔ دعا کرنے سے پہلے کوئی ایسا شخص تلاش کرنا چاہیئے۔ جو کسی مصیبت اور تکلیف میں ہو۔ خواہ وہ تکلیف جانی ہو یا مالی۔ عزت کی ہو یا آبرو کی۔ کسی قسم کی ہو۔ تم کوشش کرو۔ کہ دور ہو جائے۔ آگے دور ہو یا نہ ہو۔ اس کے تم ذمہ وار نہیں ہو۔ تم اپنی ہمت اور کوشش کے مطابق زور لگا دو۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ کے حضور جاؤ۔ اور جا کر اپنے مدعا کے لئے دعا کرو۔ اس طریق کی دعا بہت حد تک قبول ہو جائیگی۔ تم خدا تعالےٰ کے کسی بندے کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے جسقدر توجہ کرو گے۔ خدا تعالیٰ تمہاری تکلیف دور کرنے کے لئے اس سے بہت زیادہ توجہ فرمائیگا اور کیا سمجھتے ہو۔ کہ خدا تعالیٰ کی توجہ بھی بے نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ممکن ہے کہ تم جس انسان کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ اس میں تمہیں کامیابی نہ ہو۔ کیونکہ تم بندے ہو۔ اور کسی بندے کے اختیار میں نہیں۔ کہ جو کچھ کرنا چاہے۔ اس میں کامیاب بھی ہو جائے لیکن خدا تعالےٰ کی وہ ذات ہے۔ کہ وہ جس بات کو کرنا چاہیئے۔ وہ ضرور ہی ہو جاتی ہے۔ اس لئے تم کبھی یہ خیال مت کرنا۔ کہ چونکہ تمہاری کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ اس لئے خدا تعالےٰ بھی تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ تمہارا کام کرنے کے لئے ارادہ کریگا۔ تو وہ ضرور ہو جائیگا۔ وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے جس طرح چاہتا ہے۔ اُن سے کام لے لیتا ہے۔ پس تم اس طریق کو ضرور استعمال کرو۔ اس کے علاوہ

قبولیت دعا کا تیسرا طریق۔

تیسرا طریق یہ ہے۔ کہ وہ انسان جو اس درجہ کو نہ پہنچے ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں خود دعائیں سکھائے اور بتائے۔ کہ یہ دعا کرو۔ اور یہ نہ کرو۔ وہ دعا کرنے سے پہلے کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ رسول کریم (صلعم) وہ انسان ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے حضور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ مقبول ہیں۔ خواہ وہ آپ سے پہلے گذرے۔ یا بعد میں آئے۔ یا آئندہ آئیں گے۔ ہر ایک انسان کی نظر میں اس کا اُستاد یا اُس کے خاندان کا بزرگ بڑا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر بڑا واویلا مچا ہوا تھا یاس سے ایک جوہڑا گذر رہا تھا۔ اس نے کسی کو کہا۔ اتنی بڑی کیا آفت آگئی ہے۔ کہ سارا شہر پاگل بنا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ یہ سنکر وہ ایک ٹھنڈا سانس کھینچ کر کہنے لگا۔ باپو جی جیسے مر گئے۔ تو رنجیت سنگھ کون تھا۔ جو نہ مرتا۔ گویا اس کے نزدیک باپو جی اتنی حیثیت رکھتے تھے۔ کہ رنجیت سنگھ جو اپنے وقت کا بادشاہ تھا۔ کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا۔ یہ اس کے دل میں وہی جذبہ کام کر رہا تھا۔ جو اپنے بزرگوں کی محبت اور الفت کا ہر ایک انسان میں ہوتا ہے۔ مذاہب میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ دیکھو باوجود اس کے کہ حضرت مسیح حضرت موسیٰؑ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھے۔ مگر اس محبت اور الفت نے جو اپنے استاد یا بزرگ سے ہوتی ہے۔ عیسائیوں کو ایسا مجبور کیا۔ کہ انہوں نے ان کو حضرت موسےٰؑ سے بہت زیادہ بڑھا دیا۔ تو مینے جو یہ کہا ہے۔ کہ رسول کریم (صلعم) اپنے سے پہلے آنے والوں اور اپنے سے بعد میں آنے والوں میں سے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ شان رکھنے والے ہیں۔ ان میں مینے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود اپنے موجودہ درجہ میں ہوں۔ یا اس سے بھی بڑے درجہ میں۔ تو بھی آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم اور غلام ہی کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ آپ کا قرب اور درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ہے۔ اور آپ ہی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے ٭

مینے بتایا ہے۔ کہ حقیقی محبت استثنا کرتی ہے۔ یعنے جس سے تعلق ہو۔ اس کو دوسروں سے بڑھ کر دکھاتی ہے۔ مگر ہم کو جس انسان سے اس زمانہ میں نور ملا ہے۔ ہم اس کو بھی مستثنا نہیں کرتے۔ اور علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ سب انسانوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اعلیٰ اور ارفع ہے اور آپ ایک ایسے مقام پر ہیں۔ کہ گویا سب سے علیحدہ ہو کر ایک اکیلے نظر آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کلمہ توحید کے ساتھ آپ کا نام بھی رکھ دیا ہے۔ ایسے انسان کی نسبت جو درود بھیجکر خدا تعالےٰ سے برکات چاہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آکر اس پر فضل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ بات احادیث سے ثابت ہے (وقت کی کمی کی وجہ سے میں یہ نہیں بیان کر سکتا۔ کہ جو طریق میں بیان کر رہا ہوں۔ ان کو مینے کس آیت اور کس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ مگر اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ یہ سب باتیں قرآن کریم اور احادیث سے لی گئی ہیں) تو دعا کے قبول ہونے کے ساتھ درود کا بڑا تعلق ہے۔ وہ انسان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر دعا کرتا ہے۔ اس کی ہر ایک ایسے انسان سے بڑھ کر دعا قبول ہوتی ہے۔ جو بغیر درود کرے ٭

آنحضرت (صلعم) پر درود بھیجنے سے کیوں دعا قبول ہوتی ہے؟

انعام دینے کا یہ بھی ایک طریق اور رنگ ہوتا ہے کہ اپنے پیارے اور محبوب کی وساطت اور وسیلہ سے دیا جائے۔ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انعامات کا وارث کرنے اور سب سے بڑا رتبہ عطا کرنے کے لئے اس طریق سے بھی کام لیا ہے۔ کہ جو لوگ آنحضرت صلعم پر درود بھیجکر دعا مانگیں گے ان کی دعائیں زیادہ قبول ہونگی۔ دنیا میں کونسا انسان ہے جسے خدا تعالیٰ کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک کو ہے۔ اس لئے ہر ایک ہی اپنی مصیبت کے دور ہونے اور حاجت کے پورا ہونے کے لئے خدا تعالےٰ سے دعا کرے گا۔ اور جب دعا کرے گا۔ تو اگرچہ وہ

پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا عادی ہوگا۔ لیکن اپنی دعا کے قبول ہونے کے لئے درود بھیجیگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ترقی درجات کا موجب ہوگا۔ اور اسطرح اسے بھی انعام ملجائیگا۔ غرض خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرنے کے لئے ایک بات یہ بھی بیان کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر پھر دعا کیجائے اور یہ کوئی ناروا بات نہیں۔ یہ اسی طرح کی ہے۔ کہ جو محب سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ بھی محب کا محبوب ہوجاتا ہے۔

قبولیت دعا کا چوتھا طریق۔

چوتھا گُر یہ ہے۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کی حمد کرے۔ یہ بھی ایک عام طریق ہے۔ جو اسلام کی تعلیم سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور فطرت انسانی میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو فقراء جب کچھ مانگنے آتے ہیں۔ تو جس سے مانگتے ہیں۔ اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ کبھی اُسے بادشاہ بناتے ہیں۔ کبھی اس کی بلند شان ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی کوئی اور تعریفی کلمات کہتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس میں کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔ مگر مانگنے والا اسطرح کرنا ضرور ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے آپ کو بڑا محتاج اور سخت حاجتمند بھی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ سمجھتا ہے۔ کہ اسطرح کرنے سے میں اپنے مخاطب کو رحم اور بخشش کی طرف متوجہ کر لونگا۔ اور اللہ تعالےٰ کی تو جسقدر بھی تعریف کی جائے۔ وہ کم ہوتی ہے کیونکہ وہی سب خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اسی لئے دوسرے لوگوں کی جو تعریف ہوتی ہے۔ وہ سچی اور جھوٹی دونوں طرح کی ہوسکتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی جو تعریف بھی کیجائے۔ وہ سب سچی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے جب کبھی دعا کی ضرورت ہو۔ تو دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی حمد کر لینی چاہیئے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ سے ہمیں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ وہ سب سے بڑی دعا ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کو سکھائی ہے۔ اور ہر روز کئی بار پڑھی جاتی ہے اسمیں پہلے خدا نے یہی رکھا ہے۔ کہ الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فرمایا ہے۔ اسمیں یہی گر سکھایا گیا ہے۔ کہ جب کوئی دعا کرنے لگو۔ تو پہلے کثرت سے خدا تعالیٰ کی حمد کر لو۔ حمد تمام خوبیوں اور پاکیزیوں کے جمع ہونے اور سب نقصوں اور کمزوریوں سے منزہ سمجھنے کا نام ہے۔ اس لئے تسبیح بھی اس میں شامل ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم کی حمد ہی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی حمد کر کے دعا کرنے سے بہت زیادہ دعا قبول ہوتی ہے۔ پس انسان کو چاہیئے۔ کہ دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی حمد کرے۔ اسکی عظمت اور جلال کا اقرار کرے۔ اور اس کی تعریف بیان کرے۔ اسطرح دعا بہت حد تک قبول ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ چونکہ بندہ خدا تعالیٰ کی صفات کو بیان کرتا اور اپنے آپ کو بالکل ہیچ ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے وہ خدا جو رحمٰن۔ رحیم۔ مالک۔ خالق۔ قادر ہے۔ اور جس کے خزانوں میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے جب ایک انسان کسی انسان کے سامنے اپنے آپ کو محتاج پیش کرتا اور اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔ تو اسے رحم آجاتا ہے۔ اور وہ اس کی کچھ نہ کچھ مدد کر دیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے حضور جب کوئی انسان اپنی حالت زار کو پیش کرے۔ اور اس کی حمد و تعریف بیان کرے۔ تو کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اس کی دعا کو رد کردے پس جب کوئی انسان خدا تعالےٰ کی صفات کو بیان کر کے کچھ مانگتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میرا یہ محتاج بندہ جو کچھ مانگتا ہے۔ وہ اسے دیا جائے۔ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے خدا تعالیٰ کی محبت جوش میں آتی ہے۔ اسی طرح حمد کرنے سے اسکی غیرت جوش میں آتی ہے۔ درود پڑھنے سے تو خدا تعالےٰ یہ کہتا ہے۔ کہ یہ بندہ چونکہ ہمارے پیارے بندہ کے لئے دعا کرتا ہے۔ کہ اسپر فضل کیا جائے۔ اس لئے میں اسپر بھی فضل کرتا ہوں۔ اور حمد کرنے کے وقت کہتا ہے۔ کہ یہ میرا بندہ جو میری صفات بیان کر رہا ہے میں اسپر اپنی صفات ظاہر بھی کر دیتا ہوں۔ تا اسکو عملی طور پر معلوم ہوجائے۔ کہ جو کچھ وہ میرے متعلق کہتا ہے وہ سب درست ہے۔ تو حمد خدا تعالےٰ کی سب صفات کو جوش میں لے آتی ہے۔ اور سب صفات جمع ہو کر ایک طرف جھک جاتی ہیں۔ تاکہ اس بندہ کا کام کردیں۔

قبولیت دعا کا پانچواں طریق۔

اس کے علاوہ دعا کی قبولیت کے لئے یہ بھی یاد رکھو۔ کہ دعا کرنے سے پہلے اپنے کپڑوں اور بدن کو صاف کرو۔ گو ہر ایک دعا کرنے والا نہیں سمجھتا۔ اور نہ محسوس کرتا ہے۔ مگر جو محسوس کرتے یا کر سکتے ہیں۔ ان کا تجربہ ہے۔ کہ جب انسان دعا کرتا ہے۔ تو اُسے خدا تعالیٰ کا ایک قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی رُوح اللہ تعالےٰ کے حضور کھنچی جاتی ہے گو دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ خدا نظر آرہا ہے۔ مگر جسطرح خواب میں روح کو جسم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اسی طرح اس وقت خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے روح الگ کی جاتی ہے۔ چونکہ روح کی صفائی جسم کی صفائی سے تعلق رکھتی ہے۔ اور روح کی ناپاکی جسم کی ناپاکی سے اس لئے اگر جسم ناپاک ہو۔ تو روح پر بھی اسکا ناپاک ہی اثر پڑتا ہے۔ اور اگر جسم پاک ہو۔ تو روح پر بھی اس کا پاک ہی اثر پڑتا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم کہاں تک درست ہے۔ مگر ہے نتیجہ خیز۔ لکھا ہے کسی شہزادی نے ایک معمولی شخص سے شادی کر لی۔ جب وہ دونوں خلوت میں جمع ہوئے۔ تو چونکہ مرد نے کھانا کھا کر ہاتھ نہ دھوئے تھے۔ اس لئے ہاتھوں کی بُو سے اسے اتنی تکلیف ہوئی۔ کہ اس نے کہا۔ اسکے ہاتھ کاٹ دو۔ چنانچہ اسکے ہاتھ کاٹ دئے گئے۔ گو خدا تعالےٰ پر کسی کے گندہ اور ناپاک ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ مگر خدا تعالےٰ ہر ایک گند اور ہر ایک ناپاکی کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے تمام عبادتوں کے لئے صفائی کی شرط ضروری قرار دی ہے جسطرح وہ شخص جو پیشاب سے بھرے ہوئے کپڑوں کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ اسکی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ دعائیں جو ایسی حالت میں کی جائیں۔ وہ بھی قبول نہیں ہوتیں۔ بلکہ جب کوئی انسان گندی حالت میں خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ تو بجائے فائدہ اٹھانے کے وہاں سے نکالدیا جاتا ہے۔ یہی سر ہے۔ کہ صوفیاء نے دعائیں کرنے کا لباس الگ بنا کر رکھا ہوتا ہے جسے خوب صاف ستھرا رکھتے اور خوشبوئیں لگاتے ہیں۔ تو دعا کے قبول ہونے کا یہ بھی ایک طریق ہے۔ کہ دعا کرنے سے پہلے انسان اپنے

کپڑوں کو صاف ستھرا کرلے۔ جو شخص غریب ہے۔ وہ اس طرح کرسکتا ہے۔ کہ ایک الگ جوڑا بنا رکھے۔ اور اُسے صاف کرلیا کرے۔ اسطرح دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ٭

قبولیت دعا کا چھٹا طریق۔

پھر دعا کی قبولیت کے لئے ایک اور طریق ہے۔ اور وہ یہ کہ دعا کے لئے ایسا وقت انتخاب کرے۔ جہاں خاموشی ہو۔ مثلاً اگر دن کا وقت ہے۔ تو جنگل میں کسی ایسی جگہ چلا جائے۔ جہاں سمجھے کہ کوئی میرے خیالات میں خلل انداز نہیں ہوسکیگا۔ یا رات کے وقت جبکہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ دعا کرے۔ اسطرح یہ ہوتا ہے۔ کہ خیالات پراگندہ نہیں ہونے پاتے۔ جب کسی ایسی جگہ یا ایسے وقت دعا کی جاتی ہے۔ کہ ادھر سے آوازیں آتی رہتی ہیں۔ تو دعا کی طرف خاص توجہ نہیں ہوسکتی اسطرح توجہ کبھی کسی طرف چلی جاتی ہے۔ اور کبھی کسی طرف۔ چونکہ انسان کی طبیعت میں تجسس کا مادہ ہے۔ اس لئے ذرا سی آواز آئے پر جھٹ ادھر متوجہ ہوجاتا ہے۔ تا معلوم کرے۔ کہ کیا ہوا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے وہ لوگ جن کو جلوت سے خلوت میسر نہیں آسکتی۔ یا آتی ہے۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے۔ وہ ایسے وقت دعا کریں۔ جبکہ خاموشی ہو۔ یا ایسی جگہ کریں۔ جہاں کسی قسم کا شور نہو۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ آپ جنگل میں تنہا چلے جایا کرتے تھے۔ اسبات کا علم اکثر لوگوں کو نہیں ہے۔ مگر آپ اس راستہ سے جو میاں بشیر احمد کے مکان کے پاس سے گذرتا ہے دس بجے کے قریب سیر کو جانے کے علاوہ اکیلے بھی جایا کرتے تھے۔ ایک دن جو آپ جانے لگے۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دور چلے۔ تو واپس لوٹ آئے۔ اور مسکرا کر فرمانے لگے۔ پہلے تم جانا چاہتے ہو۔ تو ہو آؤ۔ میں بعد میں جاؤنگا۔ اس سے میں سمجھ گیا۔ کہ آپ اکیلے جانا چاہتے تھے۔ میں واپس آگیا۔ غرضکہ علیحدہ جگہ۔ اور خاموش وقت میں خاص توجہ سے دعا کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ توجہ کے لئے کوئی بیرونی روک نہیں ہوتی۔ اس لئے طبیعت کا زور ایک ہی طرف لگتا ہے اور جیسا کہ میں نے کسی گذشتہ خطبہ میں بتایا تھا۔ جب تمام زور ایک طرف لگتا ہے۔ تو اپنے سامنے کی ہر ایک روک کو بہا کر لے جاتا ہے ٭

قبولیت دعا کا ساتواں طریق۔

پھر ایک یہ بھی طریق ہے۔ کہ جب کوئی انسان کسی معاملہ کے متعلق دعا کرنے لگے۔ تو پہلے اپنے نفس کی کمزوریوں کا مطالعہ کرے۔ اور اتنا مطالعہ کرے۔ اتنا کرے۔ کہ گویا اسکا نفس مرہی جائے۔ اور اسے اپنے نفس سے گھن آنی شروع ہوجائے۔ اور نفس کہہ اٹھے۔ کہ تو بغیر کسی بالا دست ہستی کی مدد اور تائید کے خود کسی کام کا نہیں ہے۔ اور کچھ نہیں کرسکتا جب نفس کی یہ حالت ہوجائے۔ تو دعا کی جائے۔ ایسی حالت میں جس طرح ایک بے دست و پا بچہ کی ماں باپ خبر گیری کرتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے بندے کی کرتا ہے ماں باپ کو دیکھو جب بچہ بڑا ہوجاتا ہے۔ تو اُسے کہتے ہیں۔ کہ خود کماؤ پیو۔ مگر دودھ پیتے بچے کی ہر ایک ضرورت اور احتیاج کا انہیں خود خیال اور فکر ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے حضور بھی انسان کو اپنے نفس کو اسی طرح ڈال دینا چاہیئے۔ جسطرح دودھ پیتا بچہ ماں باپ کے آگے ہوتا ہے۔ لیکن اگر نفس فرعون ہو۔ اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو۔ تو اس کی کوئی بات قبول نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سب سے پہلے انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنے نفس کو بالکل گرادے۔ یہ بندے اور خدا میں تعلق پیدا ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور اس سے دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے ٭

قبولیت دعا کا آٹھواں طریق

ایک یہ بھی طریق ہے۔ کہ جب انسان دعا کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے لے آئے۔ کیونکہ انسان کو خواہش اور امید کام کروایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے دیکھنے کے لئے سر سے لیکر پاؤں تک خوب غور کرے۔ اور دیکھے۔ کہ اگر میری فلاں چیز نہ ہوتی۔ تو مجھے کسقدر تکلیف اور نقصان ہوتا۔ مثلاً اسطرح نقشہ کھینچے۔ کہ اگر میرے ہاتھ نہ ہوتے۔ اور کوئی دوست مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا۔ تو میں کیا کرتا۔ یا پیاس لگی ہوتی۔ تو پانی کسطرح پی سکتا۔ پیشاب کرنا ہوتا۔ تو ازار بند کسطرح کھولتا۔ اور پھر باندھ سکتا۔ غرضکہ اسی طرح ہر ایک چیز کو دیکھے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے انعام اور فضل کا ایسا نقشہ کھینچے۔ کہ اسکا رُوں رُوں خدا کی محبت اور الفت سے پُر ہوجائے۔ اس وقت ... ... اس کے دل پر جوش اور شوق سے امید ایک ایسی لہر ماریگی۔ کہ وہ جو دعا کرے گا۔ وہ قبول ہوجائے گی۔ کیونکہ جب وہ دیکھیگا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بغیر مانگے اور سوال کئے اس قدر انعامات دے رکھے ہیں۔ تو مانگنے سے کیوں نہ دیگا۔ جب اس کو یہ یقین حاصل ہوجائیگا۔ تو جو مانگیگا وہ مل جائیگا ٭

قبولیت دعا کا نواں طریق۔

ایک طریق یہ بھی ہے کہ جسطرح خدا تعالیٰ کے انعامات کو نظر کے سامنے لانا چاہیئے اسی طرح اُس کے غضب کو سامنے لایا جائے۔ اور جسطرح یہ سوچا تھا۔ کہ اگر میرا فلاں عضو نہ ہوتا۔ تو کیا ہوتا۔ اسی طرح یہ سوچے۔ کہ یہ انعام جو مجھے دئے گئے ہیں۔ یہ چھین لئے جائیں۔ تو پھر کیا ہو۔ اور یہ بھی دیکھے۔ کہ بہت سے لوگ تھے۔ جن پر میری طرح ہی خدا تعالیٰ کے انعام تھے۔ مگر ان سے چھین لئے گئے۔ اس بات کے لئے تباہ شدہ گھر اور ہلاک شدہ بستیاں یا اپنے جسم کا ہی کوئی تباہ شدہ حصہ کافی سبق دے سکتا ہے۔ وہ اسے دیکھے۔ اور پھر دعا کرے۔ یہ دعا خوف اور طمع کی دعا ہوگی۔ جس کو قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے۔ ایک طرف اس کے خوف ہوگا۔ اور دوسری طرف طمع یہ دو دیواریں ہونگی جو اسے دنیا سے کاٹ کر اللہ کی طرف مائل کردیں گی۔ اور اس طرح اس کی دعا قبول ہوجاتی ہے ٭

قبولیت دعا کا دسواں طریق

پھر جب کوئی شخص دعا کرنے لگے۔ تو اپنی حالت کو چست بنائے۔ کیونکہ جسطرح نفس مردہ ہو تو اسکا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر جسم مردہ ہو۔ تو اس کا اثر نفس پر پڑتا ہے جب کوئی سستی کی حالت اختیار کرتا ہے۔ تو اُس کے نفس پر بھی سُستی چھا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نماز میں قیام۔ رکوع۔ سجدہ وغیرہ جتنی حالتیں رکھی گئی ہیں۔ وہ سب چستی کی رکھی ہیں۔ تو جسم کی سُستی کا اثر رُوح پر

اور خیالات پر ہوتا ہے۔ اس لئے دعا کرنے کے وقت انسان کو چستی کی حالت میں ہونا چاہیئے۔ یہ نہ ہو۔ کہ سجدہ میں جائے۔ تو کہنیاں زمین پر گرا دے۔ مجھے ہمیشہ اسبات کا شوق لگا رہتا ہے۔ کہ میں شریعت کے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے حکم میں بھی معلوم کروں۔ کہ کیا حکمت ہے۔ اس وجہ سے مینے اسبات پر غور کرنے کے لئے کہ یہ کیوں حکم ہے۔ کہ سجدہ کرتے وقت کہنیاں زمین پر نہ گرائی جائیں۔ نوافل میں کہنیاں گرا کر دیکھا ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر پہلے بڑے زور سے دعا ہو رہی ہو۔ تو اس طرح کرنے سے رک گئی ہے۔ اور جب کہنیاں اٹھائی ہیں۔ تو پھر وہی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ جو پہلے تھی۔ تو دعا کرنے وقت چستی ہونی چاہیئے۔ اور وہ چستی جو امید کی چستی ہوتی ہے۔ نہ کہ کوئی اور۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ زبان سے دعا زیادہ عمدگی سے نکلتی ہے۔ اور مختلف پیراؤں میں دعا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

قبولیت دُعا کا گیارہواں طریق

پھر ایک طریق یہ بھی ہے کہ جب کسی اہم امر کے متعلق دعا کرنے لگو۔ تو اس سے پہلے چند اور دعائیں کر لو۔ اور پھر اصل دعا کرو۔ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے یہ بات رکھی ہے۔ کہ اسکا ہر ایک کام آہستگی سے شروع ہوتا ہے۔ اور جب وہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو پھر ترقی کر جاتا ہے۔ گویا اس کے کاموں میں تیزی آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ یکلخت۔ اس لئے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کسی مقصد کے لئے دعا کرتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد کامیابی نہ دیکھ کر کرنے سے رہ جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ چاہتا ہے۔ کہ جلدی دعا قبول ہو جائے۔ حالانکہ وہ جلدی نہیں ہونیوالی ہوتی۔ اس لئے بہتر یہ ہے۔ کہ کسی اہم معاملہ کے متعلق دعا کرنے سے پہلے اور دعائیں کیجائیں۔ جب ان کی وجہ سے اس میں تیزی اور چستی پیدا ہو جائے گی۔ اور اس کے خیالات بلند ہو جائیں گے۔ اس وقت اپنے خاص مقصد کو خدا تعالےٰ کے حضور پیش کر دے۔ اس کے لئے ایک اور بہتر طریق بھی یہ ہے۔ کہ انسان پہلے ایسی دعائیں مانگے۔ جنہیں خدا تعالےٰ ضرور قبول کر لیتا ہے۔ دفاتر میں جو ہوشیار کلرک ہوتے ہیں وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ کہ اگر ان کا منشا ہو۔ کہ ہمارا افسر فلاں درخواست کو نا منظور کرے۔ تو اس کے سامنے چار پانچ ایسی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں۔ جن کے متعلق انہیں پورا یقین ہو۔ کہ نا منظور کی جائیں گی۔ جب افسران کو نا منظور کر چکتا ہے۔ اور خاص طور پر برافروختہ ہوتا ہے۔ تو نا منظور کرانے والی کو پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی نا منظور ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی درخواست کے متعلق ان کا یہ منشاء ہو۔ کہ منظور ہو جائے۔ تو پہلے ان امور کو پیش کرتے ہیں۔ جن سے افسر خوش ہو جائے۔ جب دیکھتے ہیں کہ خوش ہے۔ تو اُسے بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اور اسطرح وہ منظور ہو جاتی ہے۔ اسطرح کام کرنے والے اور ہوشیار کلرک کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی نکتہ نواز ہے۔ افسر کبھی تو جان بوجھ کر بھی کسی نا منظور کرنے والی درخواست کو اس لئے منظور کر لیتا ہے۔ کہ اس نے چونکہ ہمیں خوش کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس کو خوش کر دیں۔ لیکن کبھی وہ نادانی سے ایسا کر بیٹھتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی شان ہی ایسی ہے۔ کہ اُسے کبھی دہوکہ نہیں لگ سکتا۔ اس لئے وہ خوش ہی ہو کر بات قبول کرتا ہے۔ پس کسی خاص معاملہ کے قبول کرانے کے لئے پہلے ایسی دعائیں کرنی چاہئیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے قبول ہی کر لینا ہو۔ مثلاً یہ کہ الہٰی دین اسلام کی بڑے زور شور سے اشاعت ہو۔ تیرا جلال اور قدرت ظاہر ہو۔ تیرے انبیاء کی عزت اور توقیر بڑھے۔ خدا تعالےٰ کہیگا۔ ایسا ہی ہو۔ اسطرح دعائیں کرتے کرتے اپنا مقصد بھی پیش کر دیں۔ کہ الہٰی یہ بات بھی ہو جائے۔ تو دعا قبول کرانے کا ایک یہ بھی طریق ہے۔ اسطرح کرنے سے تیزی اور چستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے دعا نہایت عمدگی اور خوبی سے کی جاسکتی ہے۔ اور دوسرے طریق سے خدا تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کے خوش ہونے کی حالت میں دعا پیش کی جائیگی۔ تو وہ ضرور قبول ہو جائیگی۔

قبولیت دعا کا بارہواں طریق

یہ ہے۔ کہ ایسی جگہ دعا مانگی جائے۔ جو بابرکت ہو۔ کیونکہ جگہ کا بھی قبولیت دعا سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ دنیا کی کسی چیز کا کوئی اثر اور کوئی حرکت ایسی نہیں ہوتی جو ضائع جاتی ہو۔ بلکہ ہر ایک چیز کی خفیف سے خفیف حرکت بھی قائم اور محفوظ رہتی ہے۔ پس جب کسی اچھی چیز سے انسان کا تعلق ہوتا ہے۔ تو اس انسان کا خاص اثر اس پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ مدینہ اور مسجد اقصٰی میں نماز پڑھنے کا کسی اور جگہ پڑھنے سے بہت زیادہ درجہ بتایا ہے۔ کیا وہاں کے پتھر اور گارا کوئی خاص قسم کے ہیں۔ نہیں بلکہ جگہیں برکت والی ہیں۔ اور جو ان میں نماز پڑھتا ہے۔ اس پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ انسان سے برکت چلی جاتی ہے۔ قومیں بے برکت ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ اپنی نادانی اور بے وقوفی سے اس دُر بے بہا کو کھو دیتی ہیں۔ مگر بے جان اشیاء میں جو خدا کی طرف سے برکت ڈالی جاتی ہے۔ وہ کبھی نہیں جاسکتی۔ اور ہمیشہ کے لئے رہتی ہے۔ (سوائے نہایت خاص وجوہ کے یا خطرناک بداعمالی کے) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (الرعد رکوع ۲) کہ جب خدا تعالےٰ کسی قوم پر احسان اور فضل کرتا ہے۔ تو اسوقت تک اسمیں تغیر نہیں کرتا۔ اور اسے نہیں ہٹاتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں تغیر نہ پیدا کرے تو انسان اپنی بداعمالیوں اور بدافعالیوں کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے فضل کو اپنے اوپر سے بند کر لیتا ہے۔ لیکن ایک بے جان چیز ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کے لئے فضل قائم رہتا ہے۔ دیکھو مدینہ کے لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہیں۔ کہ جسطرح وہاں کے لوگوں کی دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پوری ہوتی تھیں۔ اس طرح آج ان کی نہیں ہوتیں مکہ کے رہنے والوں کی بھی یہی حالت ہے۔ وہاں آج بھی دعائیں قبول ہونے کا ویسا ہی اثر ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ کیونکہ وہاں کی اینٹیں گارا اور زمین نہیں بگڑی۔ بلکہ آدمی بگڑ گئے ہیں۔ تو جن جگہوں پر خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو جاتا ہے۔ وہ پھر کبھی نہیں رکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا خزانہ ایسا وسیع ہے۔ کہ جس کے خالی ہو جانے کا کبھی خیال

بھی نہیں آسکتا۔ جن مقامات پر خدا تعالےٰ نے فضل کردیا ہے پھر ان سے کبھی منفصل نہیں ہوتا۔ اس لئے خاص مقامات میں دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ جب دعا کرنے لگے۔ تو ایسے ہی مقام کو چن کر کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک مصلےٰ تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میں جب کبھی اس مصلےٰ پر بیٹھ کر دعا کرتا ہوں۔ خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔ تو خاص اشیاء میں خاص برکت کی وجہ سے خاص ہی اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے ایک خاص جگہ معین کر دیتے تھے جہاں سوائے عبادت کے اور کام نہیں کئے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیت الدعا بنایا ہوا تھا۔ تو یہ بھی دعا کے قبول ہونے کا ایک طریق ہے ٭

خاتمہ یہ بہت سے طریق ہیں جو میں نے آپ لوگوں کو بتائے ہیں۔ دیر ہوگئی ہے۔ ورنہ میں ابھی اور بھی کئی ایک طریق بتا سکتا تھا۔ یہ باتیں گو بظاہر چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دراصل چھوٹی نہیں۔ ان کو استعمال کر کے دیکھو۔ تو پتہ لگیگا۔ کہ ان سے کتنے کتنے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ جس طرح ایک ذرا سی کشش بدخط سے خوبصورت خط بنا دیتی ہے۔ اسی طرح یہ باتیں دعا کو قبولیت کے درجہ پر پہنچا دیتی ہیں ٭

اس زمانہ میں ہمارے لئے بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ قسم قسم کے مخالف پیدا ہوگئے ہیں۔ اور قسم قسم کے اعتراض اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں بہت کوشش اور ہمت کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کونسا طریق کامیابی کا ہو سکتا ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے حضور عرض کریں۔ کہ آپ ہی ہماری مدد کیجیئے۔ پس آپ لوگ اپنے اعتقاد اپنے اعمال میں خاص اصلاح کریں۔ تا تمہارا کھانا۔ پینا۔ چلنا۔ پھرنا سونا۔ جاگنا غرضیکہ ہر سکون اور ہر حرکت اسی کے لئے ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خطبہ میں ایک ایسا وقت آتا ہے۔ کہ اس وقت کی کی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ پھر جمعہ سے مغرب تک ایسا ہی وقت آتا ہے۔ پھر رمضان کے آخری عشرہ میں بھی ایسا موقعہ آتا ہے۔ خدا کے فضل سے آپ لوگوں کو یہ سب موقعے نصیب ہیں اس لئے خوب دعائیں کرو۔ تا خدا تعالیٰ اس مبارک مہینہ کے طفیل اور اس بابرکت پیغام کے طفیل جو تم دنیا کو پہنچانا چاہتے ہو۔ تمہارے راستہ سے سب روکیں دور کر دے۔ اور تمہیں اس کام کا پورا پورا اہل بنائے۔ جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے ٭ (آمین)

اشتہارات